یادِ رفتگان

جناب قاری محمد ایوب فیروز پوری
منڈی عبد الحکیم

ایک مجاہد چل بسا

جو بھی دنیا میں آیا اس نے جانا ضرور ہے۔ دنیا دار العمل اور آخرت دار الجزاء ہے۔ بڑے سے بڑا سرکش اور طغیان وعصیاں میں مستغرق، عیش وعشرت کا دلدادہ بھی آپ کے استفسار پر مرنے سے انکار نہیں کرے گا۔ خدا کے نزدیک دنیا کی کوئی اہمیت ہوتی تو وہ پیغمبروںؑ، صحابہؓ، صلحاؒ، اصفیاءؒ اور اتقیاءؒ اور اپنے پیارے بندوں کو شاید اپنے پاس نہ بلاتا اور وہ یہیں کے ہو کر رہ جاتے۔ خالق کائنات نے دنیا ایک عارضی کھیل رچایا ہے یہ ایک نہ ایک دن ختم ہونا اور اس کی ہر متنفس چیز نے موت کا کڑوا گھونٹ بہر حال پینا ہے۔ کل شیءٍ ھالک الا وجھہ (القصص)

۱۰ جون ۱۹۸۶ء کے دن یوں تو نہ معلوم خدا کے کتنے بندے دنیا پہ آئے اور کتنوں نے یہاں سے رختِ سفر باندھا ہوگا اور ہم ہر جانے والے پر کیسے آنسو بہائیں۔ کسے اپنا اور کسے بیگانہ کہیں۔ لیکن اس دن دنیا سے جانے والوں میں ہمارے ممدوح شیخ عبد الرشید صدیقی ملتانی بھی تھے۔ انہوں نے ایام شباب اور بڑھاپے میں یوں تو نہ معلوم کتنے اچھے اور نہ بھول جانے والے کام کئے ہوں گے۔ شنید ہے (اور ان کے بقول بھی) انہوں نے ملک کی بڑی بڑی اور قابل ذکر تحریکوں میں حصہ لیا۔ قید و بند کی صعوبتیں بھی برداشت کیں۔ ملک کی اعلیٰ سطح کی شخصیتوں سے مل کر کام کیا۔ بڑھ چڑھ کر کیا اور نہایت خلوص سے کیا۔ مرحوم کے ضمیر میں اللہ تعالیٰ نے اخلاص اور للہیت ودیعت کی تھی اور میں سمجھتا ہوں کہ قریباً ہر اہلحدیث بے لوث اور انجام کار کے نفع ونقصان سے بے نیاز ہی ہوتا ہے۔ شیخ عبد الرشید صدیقی کو جب سے راقم نے دیکھا ہے جو کام بھی کرتے جی بھر کر کرتے، دردِ دل سے کرتے اور بے لوث ہو کر کرتے۔ آج سے قریباً چودہ پندرہ سال قبل مرحوم ضعف پیری اور بعض دیگر عوارض کا شکار ہوئے تو جمعیت اہلحدیث ضلع

ملتان کی مجلس شوریٰ اور آپ نے مجھ پہ قائمقام ناظم اعلیٰ کے کام کرنے کی ذمہ داری ڈالی تو میں نے دیکھا کہ صدیقی صاحب مرحوم مسلک اہلحدیث کی توسیع و اشاعت اور جماعتی امور کو آگے بڑھانے میں نہایت خلوص سے کام لیتے اور بسا اوقات ان پر رقت طاری ہو جاتی۔ مجھے یا دیگر احباب کی ہمت بڑھاتے، ڈھارس بندھاتے اور مزید کام کرنے کی احسن پیرائے میں تلقین فرماتے۔ جب اور جہاں بھی کوئی جماعتی میٹنگ یا جلسہ ہوتا آپ کی بغل میں ایک چھوٹی سی گٹھڑی ہوتی اور دیگر عہدیداروں یا مدعوین سے پہلے پہنچنے کی کوشش کرتے۔ اہلحدیث کے اکثر جلسوں میں وہ سٹیج سیکرٹری ہوتے اور وہ اس منصب کو نہایت گھن گرج اور ذمہ داری سے نبھاتے۔ بعض جلسوں میں وہ مولانا ظفر علی خاں مرحوم کی مشہور نعت "صلی اللہ علیہ وسلم" بڑے سوز و گداز سے پڑھتے اور اس وقت خود ان پر اور بعض سامعین پر رقت طاری ہو جاتی۔ راقم الحروف کا لڑکپن اور حفظ قرآن مجید کا ابتدائی دور تھا اور ان دنوں ہماری رہائش منڈی جہانیاں کے نواح میں تھی۔ اس علاقے میں چونکہ اکثر دیہات میں مسلک اہلحدیث سے وابستہ حضرات اقامت پذیر ہیں۔ سردیوں کے موسم میں حضرت مولانا قاری عبداللطیف رحمۃ اللہ علیہ (دہاڑی)، حضرت مولانا محمد عبداللہ گورداسپوری (متعنا اللہ بطول حیاتہ) اور محترم شیخ عبدالرشید صدیقی رحمۃ اللہ علیہ جامعہ سلفیہ کے تعاون کے سلسلہ میں تشریف لاتے تو میں ان حضرات کی خاطر مدارات اور تقاریر سننے میں خاصی دلچسپی لیتا اور یہ حضرات از راہ شفقت جلسہ کے آغاز پر مجھے تلاوت قرآن مجید کا حکم صادر فرماتے۔ "اصحاب ثلاثہ" ہی میرے حق میں دعائیں فرماتے لیکن محترم صدیقی صاحب کا انداز ہی کچھ اور ہوتا۔ کئی سال پہلے تحصیل کبیروالہ کے دیہات میں سیلاب نے زبردست تباہی مچائی۔ انسانیت بلکتی ہوئی اپنی مدد کے لئے لوگوں کو پکار رہی تھی۔ جمعیت اہلحدیث خانیوال نے ان متاثرین کی امداد کے لئے کچھ سامان اکٹھا کیا۔ کارکن ٹرک میں سامان ڈال کر چل دیئے۔ چند نوجوان بھی ان کے ہمراہ تھے۔ سامان اٹھاکر پانی کے اندر سے گزر کر لوگوں تک پہنچانا تھا۔ نوجوانوں کے حوصلے جواب دے گئے۔ ہمتیں ٹوٹ گئیں تو ان میں سے دو بوڑھے شیخ عبدالرشید صدیقی اور حاجی عبدالعظیم خاں فیروزپوری (رحمہما اللہ تعالیٰ) اپنے سروں پر سامان اٹھاتے اور متاثرین تک پہنچا کر واپس آتے جنہیں دیکھ کر نوجوان

بھی از سرِ نو کام کرنے پر آمادہ ہو گئے۔ جمعیت اہلحدیث کے موجودہ اختلاف کے بارے میں بڑے کڑھتے بلکہ آبدیدہ ہو جاتے۔ آپ کی وفات سے قریباً چھ ماہ قبل سے لے کر رمضان المبارک کے آخری ایام تک یہ گنہگار تین چار مرتبہ مرحوم کی تیمارداری کے لئے حاضر ہوا۔ آپ ہمیشہ خاتمہ بالخیر اور آخرت کی آسانیوں کے لئے دعاؤں کے بارے میں فرماتے۔ دو دفعہ راقم کے ہمراہ مولانا محمد یٰسین شاد بھی تھے اور وہ اس بات پر شاہد ہیں کہ مرحوم نے فرمایا۔ اے کاش! مرکزی جمعیت اہلحدیث کے امیر اور ناظم اعلیٰ اپنے عہدوں سے مستعفی ہو جائیں اور آئندہ کے لئے عہدیداروں کا انتخاب متحدہ شوریٰ کے سپرد کر دیں تاکہ شوریٰ جسے چاہے منتخب کر لے اور انتشار ختم ہو جائے۔ نہ معلوم یہ صاحبین "عہدوں سے کیوں چمٹے ہوئے ہیں۔ یہ بات ان کے دماغ میں کیوں نہیں آتی؟ اس میں شک نہیں کہ صدیقی صاحب مرحوم تاحینِ حیات مرکزی جمعیت اہلحدیث سے وابستہ رہے لیکن افسوس کہ اس کے دونوں مرکزی عہدیدار مرحوم کے نہ جنازہ میں شریک ہوئے اور نہ ہی تادمِ تحریر (۵ جولائی ۸۶ء) وہ تعزیت کے لئے تشریف لائے۔ آہ!

مرے تھے جن کے لئے وہ رہے وضو کرتے

شیخ عبدالرشید صدیقی مرحوم نے اپنی یادداشتوں پر مشتمل ایک کتابچہ بھی تحریر کیا تھا جس میں اپنی سیاسی، سماجی اور جماعتی زندگی پر روشنی ڈالی تھی۔ آپ نے مجھ سمیت بعض اور دوستوں کو بھی وہ بغرضِ تصحیح دیا۔ اب نہ معلوم وہ کن مراحل میں ہے۔ اب سے قریباً چھ سال قبل جب راقم نے خانیوال کی خطابت سے استعفیٰ پیش کیا تو آپ کو علم ہونے پر فوراً اپنی مخصوص گٹھڑی اٹھائی اور تشریف لے آئے۔ مقامی جماعت کے بعض ذمہ دار افراد کو ساتھ لے کر مجھے ہر صورت خانیوال رہنے پر مجبور کیا۔ میرے انکار پر جامعہ تعلیم الاسلام ماموں کانجن کے ناظم اعلیٰ مولانا قاضی محمد اسلم سیف فیروزپوری سے ذاتی طور پر فرمانے لگے کہ تم اسے یہاں سے لے جا کر زیادتی کرو گے اسے یہیں کام کرنے دو۔ اس کی ماموں کانجن کی بجائے یہاں زیادہ ضرورت ہے۔ چونکہ میں ایک فیصلہ کر چکا تھا اس لئے میں نے آپ کی بات تسلیم نہ کی اور صدیقی مرحوم کو پرنم چھوڑ کر چل دیا۔ یہ آپ کی شفقت و محبت کا مظاہرہ تھا ورنہ مجھ ایسے ہزاروں ناکارہ چلے پھرتے ہیں اور کوئی پوچھتا ہی نہیں۔ بہرحال شیخ عبدالرشید صدیقی ایسے پرخلوص اور بے لوث آدمی خال خال ہی پیدا ہوتے